موجودہ عیسائیت کا عقیدہ آخرت

(قرآن، انجیل اور عہد حاضر کی روشنی میں)

صبا یوسف

ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، اخلاقی اثر ہو یا معاشرتی، معاشی ہو یا پھر سیاسی، ہر میدان زندگی میں عقیدہ آخرت نے انسان کو لائحہ عمل سکھایا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ عرب جیسا معاشرہ جو دنیائے عالم میں ہر طرح کی برائیوں کا گڑھ تھا جہاں انسانیت نام کو بھی نہ تھی کہ جہاں پیدائی ہوئی بچی کو بھی دفن کرنے میں عار محسوس نہ کیا جاتا۔ جہاں عورت کی کوئی عزت نہ تھی، جہاں بات بات پر جنگ و جدل کا میدان کھڑا ہو جاتا جہاں آخرت کی بے خوفی نے انسان کو سب کچھ بھلا رکھا تھا۔ مگر پھر دنیائے عالم نے یہ بھی کہ اسی معاشرے میں ایمان کی شمع جلنے کے بعد آخرت کے خوف نے آقا کو بھی غلامانہ زندگی گزارنا سکھا دیا جہاں کسی کی جان و مال، عزت و آبرو محفوظ نہ تھی وہاں نظروں تک پر پردے بیٹھا دیئے گئے۔ جہاں بات بات پر جنگ چھڑ جاتی وہاں اخروی جنت کو پانے کیلئے اپنی جانوں کو اپنے دین کی سربلندی کیلئے وقف کر دیا گیا۔ جہاں ظلم و بربریت کی جگہ پیار، محبت، رواداری، حسن سلوک، ہمدردی و بھائی چارہ نے لے لی اور پھر تاریخ نے ایسے معاشرے کی مثالیں دنیا کو دیں۔ الغرض یہ سب آخرت میں اپنے رب کے آگے پیشی کے خوف اور غفلت پر جہنم کے عذابات سے ڈرنے کی وجہ سے ممکن ہوا۔

دنیا میں کئی ایک قوموں میں مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ جس قوم کے اس عقیدے میں بگاڑ پیدا ہوگا۔ وہاں طرح طرح کی ظلم و زیادتیاں، بے راہ روی، بداعمالیاں، زنا، شراب، اخلاقی برائیاں، حق تلفیاں، لوٹ کھسوٹ، قتل و غارت گری، بدامنی، انتشار اور نہ جانے کتنی بیماریوں نے اپنے گھر بنا لئے۔ اس کی بہترین مثالیں عیسائیت کی تاریخ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ آج کے عیسائی رہنما اپنے ہاتھ میں بائبل کا اتنا واضح نوشتہ ہونے کے باوجود اس کی نفی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ساری باتیں اناجیل میں ہونے کے باوجود ایک ایسے مفروضے کی تقلید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جس کی کوئی ٹھوس بنیاد بھی موجود نہیں۔ ایک ایسے شخص (پولس) کا یقین کہ جس کے اپنے ابتدائی اور پھر بعد کے نظریات میں واضح تبدیلیاں پائی جاتی ہیں مگر اس کے باوجود عیسائی راہنما نہ صرف خود گمراہی کا شکار ہیں بلکہ ان سادہ لوح لوگوں کو بھی گمراہی

کی طرف دھکیل رہے ہیں کہ جنہیں دین کی اتنی خاص سمجھ بوجھ بھی نہیں۔

پولس جسے موجودہ مسیحیت کا بانی بھی کہا جاتا ہے اس کی پیش کی گئی مسیحیت کا موازنہ کیا جائے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کی بالکل بھی عکاسی کرتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ آخرت ان کے ہاں کن معنوں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے، اس کا جائزہ لیتے ہیں:

''کفارہ موجودہ عیسائیت کی عمارت کا بنیادی پتھر ہے۔ اس کے لفظی معنی ڈھانکنے اور چھپانے کے ہیں۔ اصطلاح میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ یسوع مسیح نے صلیب پر جان دے کر بنی آدم کے گناہوں کو چھپالیا ہے اور ان کے لئے نجات کا موجب بن گئے ہیں۔''[1]

Rev. Emmanuel Victor نے کفارہ کو بیان کرتے ہوئے کہا!

''لفظ کفارہ عبرانی لفظ کفر سے مشترک ہے۔ بنیادی طور پر اس کا مطلب ڈھانپنا ہے۔ موجودہ اصطلاح میں وہ گناہ کو ڈھانپ کر اس کو جس کے برخلاف گناہ کیا گیا ہے۔ رضامندی اور مطمئن کر دیتا ہے۔ انگریزی لفظ Atonment کا مطلب افزانہ دے کر مطمئن کر دیا ہے۔ کفارہ دینے سے مراد نقصان بھرنا ہے جس کا نتیجہ گناہ کے باعث متاثرہ شخص یا اشخاص کا صلح یا ان کے ساتھ بذریعہ فدیہ یا تلافی از سر نو ایک ہو جاتا ہے۔[2]

پولس نے جو نظریہ پیش کیا اس کے مطابق بغیر خون بہائے معافی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ عبرانیوں کے نام خط میں وہ لکھتا ہے:

''اور تقریباً سب چیزیں شریعت کے مطابق خون سے پاک کی جاتی ہیں اور بغیر خون بہائے معافی نہیں ہوتی۔''[3]

جبکہ اسلام میں کفارہ ان معنوں میں ہے کہ گناہ اپنی جگہ قائم رہتا ہے اور اس کی معافی توبہ سے حاصل ہوتی ہے جیسے اللہ کی قسم کھا کر توڑ دینے کا کفارہ تین روزے رکھنا ہے لیکن روزے رکھنے کے باوجود کئے گئے کام کا گناہ اپنی جگہ برقرار ہے اور اس کی معافی اللہ سے توبہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

قبول عیسائیت کے ابتدائی زمانہ تک اگر پولس کے نظریہ کو دیکھا جائے تو بھی باقی یہودیوں اور حواریوں کی طرح توبہ اور رجوع الی اللہ پر یقین رکھتا تھا۔ جیسا کہ اعمال میں اس کا بیان ہے:

''اے اگرپا بادشاہ! میں اس آسمانی رویا کا نافرمان نہ ہوا بلکہ پہلے دمشقیوں کو پھر یروشلم اور سارے ملک یہودیہ کے باشندوں کو اور غیر قوموں کو سمجھاتا رہا کہ توبہ کریں وار خدا کی طرف رجوع لا کر توبہ کے موافق کام کریں۔''[4]

اس میں شریعت پر عمل کو سب سے پہلے مقدم جانا گیا۔ پھر توبہ کرنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب بھی بتلائی جا رہی ہے جو کہ وہی عہد عتیق اور عہد جدید کے نظریئے کے عین مطابق تھا لیکن اس کے برخلاف پولس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات، یہودیوں کے عقائد، حواریوں کے نظریات اور پھر خود اپنے ہی بیانات جو کہ عقائد کی صورت میں تھے، کو پس پشت ڈالتے ہوئے نہ صرف شریعت کی نفی کی بلکہ اسے ایک لعنت قرار دیا۔ ساتھ ہی نجات کیلئے

صرف ایک عجیب وغریب عقیدہ ''کفارہ'' پر ایمان کو ہی کافی سمجھا۔ گلتیوں کے نام خط میں پولس لکھتا ہے:

''گو ہم پیدائش سے یہودی ہیں اور گناہ گار غیر قوموں میں سے نہیں تو بھی یہ جان کر کہ آدمی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ صرف یسوع مسیح (علیہ السلام) پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہرتا ہے۔ خود بھی مسیح یسوع (علیہ السلام) پر ایمان لائے تاکہ ہم مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہریں نہ کہ شریعت کے اعمال سے کیونکہ شریعت کے اعمال سے کوئی بشر راستباز نہ ٹھہرے گا۔''[5]

''میں خدا کے فضل کو بے کار نہیں کرتا۔ کیونکہ راستبازی اگر شریعت کے وسیلہ سے ملتی تو مسیح (علیہ السلام) کا مرنا عبث ہوتا۔''[6]

''کیونکہ جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے مستحق ہیں۔''[7]

افیسیوں کے نام خط میں پولس لکھتا ہے:

''چنانچہ اس نے اپنے جسم کے ذریعہ سے دشمنی یعنی وہ شریعت جس کے حکم ضابطوں کے طور پر تھے موقوف کر دی گئی۔''[8]

رومیوں کے نام خط میں لکھتا ہے:

''کیونکہ شریعت کے دیئے جانے تک دنیا میں گناہ تو تھا مگر جہاں شریعت نہیں وہاں گناہ محسوب نہیں ہوتا۔''[9]

''چنانچہ ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہرتا ہے۔''[10]

لیکن یہی پولس رومیوں ہی کے نام خط میں ایک جگہ لکھتا ہے:

''کیونکہ شریعت کے سننے والے خدا کے نزدیک راستباز نہیں ہوتے بلکہ شریعت پر عمل کرنے والے راستباز ٹھہرائے جائیں گے۔''[11]

کیا ایسے شخص کا اعتبار کیا جا سکتا ہے جو ایک جگہ کسی بات کا اقرار کرتے ہوئے دوسری جگہ اسی کی نفی کرتا ہوا نظر آتا ہے؟ اور صرف بات نہیں بلکہ مسئلہ جب عقیدہ کا ہو تو یہاں تک کہ شریعت کو لعنت قرار دیا۔ گلتیوں کے نام خط میں وہ لکھتا ہے:

''مسیح (علیہ السلام) جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔''[12]

گویا شریعت کو لعنت قرار دے کر نجات کا دارومدار صرف اور صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی پر ایمان لانے تک محدود کر دیا کہ جس کے ذریعے سے سب کو حضرت آدم علیہ السلام کے ازلی گناہ سے نجات حاصل ہوئی۔ جبکہ اسلام نبیوں کو معصوم بتاتا ہے وہ طاقت ہونے کے باوجود اللہ کے خوف سے گناہ نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم نے بھی گناہ نہیں کیا بلکہ وہ بھول گئے۔ شیطان کے دھوکے میں آ گئے اور اس بھول کی بھی انہوں نے اپنے رب سے معافی طلب کی تو انہیں بخش دیا گیا۔

یہاں ہم مختصراً اس مفروضے کو صرف اس بنیاد پر پیش کریں گے کہ اس کی کوئی بھی داغ بیل ہمیں اناجیل اربعہ میں نظر نہیں آتی۔ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور نہ ہی آپ (علیہ السلام) سے پہلے یہودیوں میں کوئی اس قسم کی بات موجود تھی۔ چنانچہ پولس کے کچھ حوالے پیش ہیں جو اناجیل اربعہ میں تذکرے سے خالی ہیں:

''چنانچہ میں نے تم کو سب سے پہلے وہی بات پہنچادی جو مجھے پہنچی تھی کہ مسیح (علیہ السلام) کتاب مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کیلئے مرا۔''۱۳

''جس نے اپنے آپ کو سب کیلئے فدیہ میں دیا۔''۱۴

اور بکروں اور بھیڑوں کا خون لے کر نہیں بلکہ اپنا ہی خون لے کر ابدی خلاصی کرائی۔''۱۵

یہ بات سچ اور ہر طرح سے قبول کرنے کے لائق ہے کہ مسیح یسوع (علیہ السلام) گناہ گاروں کو نجات دینے کیلئے دنیا میں آیا۔''۱۶

وہ یہ بھی کہتا ہے کہ:

''کیونکہ جس طرح ایک ہی شخص کی نافرمانی سے بہت سے لوگ گنہگار ٹھہرے اسی طرح ایک ہی کی فرمانبرداری سے بہت سے لوگ راستباز ٹھہریں گے۔''۱۷

یعنی جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ سے ساری نسلیں گناہگار ہوگئیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی سے ساری نسلیں پاک ہوگئیں۔ لیکن کیا صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی راستباز تھے اور باقی سب گنہگار تھے؟ ان کی بائبل خود ان کے بیان کی نفی کرتی ہے۔ بائبل کے کئی ایک حوالوں کے ذریعے بہت سے لوگوں کی راستبازی کا ذکر کیا گیا ہے جیسے یوحنا (یحییٰ)، (لوقا باب ۱:۱۵)، ہابیل (متی: باب ۲۳:۲۵)، یوسیع (سلاطین ۲:۲)، شمعون: (لوقا باب ۲:۲۵)، یوسف شوہر مریم (متی: باب ۱:۱۹) یہ سب وہ حضرات کہ جنہیں بائبل پاک دامن، راستباز اور نیک بتلاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی اس فطری گناہ میں مبتلا نہیں تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح پاک تھے تو یہاں ان کے بیان کی نفی ہوجاتی ہے کہ ہر شخص ازلی گنہگار ہے۔

کتاب استثناء میں ہے:

''بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں اور نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں۔ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے۔''۱۸

اس لئے ان کی یہ بات بھی بائبل کے خلاف نکلتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب کے گناہوں کا کفارہ ادا کرچکے اور سب کیلئے فدیہ میں قربان ہوئے۔ کتاب یرمیاہ میں ہے:

''اے برگشتہ اسرائیل! واپس آ، میں تجھ پر قہر کی نظر نہیں کروں گا کیونکہ خداوند فرماتا ہے کہ میں رحیم ہوں، میرا قہر

دائمی نہیں۔''[۱۹]

حضرت داؤدں اپنے رب سے فرماتے ہیں:

''اے خداوند اپنی شفقت کے مطابق مجھ پر رحم کر اپنی رحمت کی کثرت کے باعث میری خطائیں مٹادے۔میری بدی کو مجھ سے دھوڈال اور میرے گناہوں سے مجھ کو پاک کر۔''[۲۰]

بائبل کے یہ بیانات صاف ظاہر کرتے ہیں کہ وہ خدا اپنی رحمت سے جسے چاہے بخش سکتا ہے اور خدا خود اپنے قہر کو دائمی نہ بنا کر اپنے رحیم ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ چنانچہ اگر پولس کے بیان کے مطابق بغیر خون بہائے معافی نہیں ہوتی اسی لئے خدا نے اپنے بیٹے کو قربان کر کے گنہگاروں کو نجات دے دی تو اس کے بیٹے کا کیا قصور؟ جب میں نے یہ سوال Rev. Emmanuel Victor سے کیا کہ خدا نے اوروں کے ساتھ تو انصاف اور رحم کیا مگر اپنے ہی بیٹے کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کرتے ہوئے اسے بے گناہ صلیب دے دی تو ایسا کیوں؟ اس پر ان کا جواب یہ تھا کہ:

''اس بڑے کو خاص تیاری ہی قربانی کیلئے کیا گیا تھا یعنی وہ اپنی قربانی دیئے جانے کیلئے پہلے سے تیار تھے اور یہ ازل سے لکھا تھا اور یہ دنیا کا نہیں خدا کا قانون ہے۔''[۲۱]

کتنی مضائقہ خیز بات ہے کہ ہمارے دنیا کے جج اور بادشاہ نے تو کبھی ایسا نہیں کیا کہ اپنی عوام کو گناہ سے رہائی دلانے کیلئے اپنے بے گناہ بیٹے کو سولی پر چڑھادیں۔مگر ایک دانا اور حکیم خدا کے بارے میں یہ فرض کرلیا گیا کہ وہ ایسا کرسکتا ہے۔اس طرح تو یہ بات بھی پیدا ہوتی ہے کہ وہ خدا ہی ناسمجھ ہے جسے انصاف کا کچھ پتہ ہی نہیں کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔

میرے اس سوال پر کہ اناجیل میں بہت سے ایسے بیانات ملتے ہیں جس میں انسان کو خود کہا گیا کہ ہر شخص جو کرے گا خود بھگتے گا، جو گناہ کرے گا وہ اسی پر لادا جائے گا (پیچھے گزر چکا) تو اس کا کیا مطلب ہے؟ اس پر Rev. Emmanuel Victor نے جواب دیا۔

''جہاں تک ہدایت کا تعلق ہے ساری تعلیم ہدایت ہے اور جہاں تک ان کے فدیہ دینے کا تعلق ہے آپ یسوع مسیح (علیہ السلام) اس کا مطلب ہے ''گناہوں سے نجات دینے والا'' ''نجات دہندہ'' تو جس کا نام یہی ہے تو وہ ضرور اپنی قوم کو اس سے نجات دے گا۔''[۲۲]

یعنی نبی کی تعلیمات صرف بات تک محدود ہیں اور عملی زندگی میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں یہ سب باتیں ایک طرف مگر چند ایک جملے اناجیل میں ایسے بھی موجود ہیں جنہیں کفارہ کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔ذرا ان جملوں پر غور کیا جائے۔

''اس کے بیٹا ہوگا تو اس کا نام یسوع (علیہ السلام) رکھنا وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔''[۲۳]

''حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ''ابن آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے۔''[۲۴]

''ابن آدم اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتروں کے بدلے فدیہ میں دے۔'' ۲۵

''یہ میرے وہ عہد کا خون ہے جو بہتروں کیلئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے۔'' ۲٦

''پس یہ ہیں اناجیل متفقہ کے وہ جملے جن سے عقیدہ کفارہ پر استدلال کیا جاتا ہے لیکن آج یہ اپنی ترقی یافتہ شکل میں اتنا مشہور ہو چکا ہے کہ ان جملوں کو پڑھتے ہی ذہن براہ راست اس عقیدے کفارے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لیکن اگر خالی الذہن ہو کر ان جملوں کو پڑھا جائے تو ان کا سیدھا سادھا مطلب یہ نکلتا ہے کہ ''حضرت مسیح (علیہ السلام) گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکنے والوں کو نجات اور ہدایت کا راستہ دکھانے کیلئے تشریف لائے ہیں'' اور جو لوگ کفر و شرک اور بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو دائمی عذاب کا مستحق بنا چکے تھے انہیں ہدایت کا سیدھا راستہ دیکھا کر انہیں جہنم کے عذاب سے چھٹکارا دلانا چاہتے ہیں'' ''لوگوں کو گمراہی سے نکالنے اور ان کے سابقہ گناہوں کو معافی کا سامان پیدا کرنے کیلئے حضرت مسیح (علیہ السلام) اپنی جان تک قربان کرنے کیلئے تیار ہیں اور اسی آمادگی کا اظہار فرمارہے ہیں کہ ''یہ میرے عہد کا وہ خون ہے جو بہتروں کیلئے گناہوں کی معافی کیلئے بتایا جاتا ہے۔'' ۲۷

انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجئے کہ ان جملوں سے یہ عقیدہ کہاں اخذ ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کیا اور اب یہ ازلی طور پر ہر بچے کی فطرت میں آ گیا۔ چنانچہ اس کی معافی کی صورت خدا نے یہ نکالی کہ اپنے بیٹے کو قربان کر دیا تاکہ سب اصلی گناہ سے نجات پائیں اور اگر بالفرض یہ سمجھ لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد ان جملوں سے وہی تھا جو پولس نے پیش کیا تو دین کی بنیادی کتاب میں اسے واضح کر کے پیش کیوں نہیں کیا گیا؟ اتنے اہم عقیدے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیوں لاپروہی کرتے ہوئے تشریحات کے ساتھ پیش نہیں کیا؟ کیا وہ اتنی اہم ذمہ داری کو نہ سمجھے تھے؟

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ عقیدہ اناجیل اور پھر حواریوں کے اعمال کا بھی جائزہ لیا جائے تو سوائے پولس کے اور کسی کے ہاں نہیں ملتا۔ اسی لئے اسے ہی اس عقیدے کا بانی تصور کیا جاتا ہے اور پھر بعد کے آنے والے ادوار نے اتنی ترقی کی کہ یہ عقیدہ مشہور ہوتے ہوئے عیسائی عقائد میں سرفہرست آ گیا بلکہ مسیحیت کے دوسرے عقائد بھی اسی عقیدہ کفارہ کی کڑی نظر آتے ہیں۔ اور آج عیسائیت کے تمام بڑے فرقوں میں یہ عقیدہ موجود ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

''آج خود کیتھولک علماء یہ کہنے لگے ہیں کہ بائبل میں اس عقیدے کی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ چنانچہ بائبل کا ایک مشہور جرمن عالم ریونڈ ہرٹ ہاگ (Haag) اپنی تازہ کتاب (Scripture is original Simini) میں لکھتا ہے کہ ابتدائی دور کے عیسائیوں میں کم از کم تیسری صدی تک یہ عقیدہ سرے سے موجود ہی نہ تھا کہ انسان پیدائشی گناہ گار ہے اور جب یہ خیال لوگوں میں پھیلنے لگا تو دو صدیوں تک عیسائی اہل علم اس کی تردید کرتے رہے۔ مگر آخر کار پانچویں صدی میں سینٹ آرگسٹائن نے اپنی منطق کے زور سے اس بات کو مسیحیت کے بنیادی عقائد میں شامل کر دیا کہ ''نوع انسانی نے آدم کے گناہ کا وبال وراثت میں پایا ہے اور مسیح (علیہ السلام) کے کفارے کی بدولت نجات پانے کے سوا انسان کیلئے کوئی راہ نجات نہیں ہے۔'' ۲۸

ان سب باتوں سے باآسانی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دین کی تشریح کرنے والوں نے اسے کس طور پر لیا؟ خود اناجیل میں بیان کردہ باتوں کو تعلیم تک محدود رکھ کر صرف صلیب کو ہی ایمان کا حصہ بنادیا گیا کتنی مضائقہ خیز بات ہے کہ ساری کائنات میں ایک شخص کو ازلی طور پر بنایا ہی اس لئے گیا کہ وہ ساری کائنات کو گناہوں سے نجات دلانے کیلئے خود کو قربان کردے یعنی کہ ایک بے گناہ کو اور وہ بھی ان کے بقول خداوند ہی کے حکم پر صلیب دے دی گئی۔ اس سے بڑھ کر بے انصافی کیا ہوگی ایسے تو ان کا خدا ہی عیب دار ثابت ہوتا ہے کہ اپنے ایک عیب (کہ انسان کو بنانے کے بعد معلون ہوا) کو چھپانے کیلئے اس نے پھر نا انصافی کردی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دے کر۔

یہ سب باتیں ایک طرف مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو صلیب دی وہ تو حضرت آدم علیہ السلام کے ازلی گناہ سے نجات دلانے کیلئے تھی مگر اب جو وہ گناہ کرتے ہیں ان کی سزا تو بھگتنی ہوگی۔ میرے اس سوال کے جواب پر .Rev Emmanuel Victor نے کہا:

''انسان کے خیالات ہمیشہ برے ہی ہوتے ہیں۔ انسان بدی ضروری کرتا ہے اور ضروری نہیں کہ فعل سے گناہ کیا جائے بلکہ سوچ اور خواہش سے بھی گناہ ہوسکتا ہے لہٰذا وہ خدوند کے پاس آتا ہے۔ اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے معافی مانگتا ہے تو پاک وصاف ہوجاتا ہے۔''[29]

آپ خدا سے معافی طلب کریں تو وہ آپ کو معاف کردے گا یہ وہی نظریہ ہے جسے اسلام نے پیش کیا ارشاد پاک ہے:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ،

''ہاں مگر جو لوگ توبہ کریں اس کے بعد اور اپنے کو سنواریں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے اور رحم کرنے والے ہیں۔''[30]

وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا.

''اور اس سے (رب سے) استغفار کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔''[31]

جب یہی سب کچھ ہونا تھا کہ اپنے ذاتی اعمال پر ہی جزاء و سزاء اور جنت یا جہنم کا حقدار ٹھہرانا تھا تو حضرت آدم کے گناہ کو اتنا خاص کر کے پیش کئے جانے کا کیا مقصد ہے؟ پھر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مصلوب ہونا بھی بیکار نظر آتا ہے۔ کیونکہ صلیب دیئے جانے کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان کی یہ صلیب انہیں جنت کا حقدار بنادیتی لیکن ایسا کچھ ہونے کے بجائے اب انہیں اپنے ہی ذاتی اعمال کے ذریعے جنت کی راحت یا جہنم کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

دیکھا جائے تو یہ صلیب کا سارا چکر ایک گورکھ دھندا ہے جسے خود ان کے ذہن کی تشریح کرنے والے بھی کھول کر بیان نہ کرسکے۔ پہلے خود ہی انسانیت کو آدم (علیہ السلام) کے گناہ کے معاملے سے ازلی گناہ گار قرار دے دیا اور پھر اس انسانیت کو پاک کرنے کیلئے ایک عجیب فلسفے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی کو روشناس کروایا اور اب گناہ کی سزاء تو ملے گی ہی مگر جن

گناہوں پر توبہ کر لی جائے یعنی کہ پھر اُسی بات پر واپس پلٹتے ہیں۔''توبہ اور رجوع الی اللہ''

''خلاصہ یہ کہ مسیح (علیہ السلام) کی تصلیب، تدفین، قیامت (جی اٹھنا)، رویئت اور ظہور کے تمام انجیلی بیانات بیسیوں تضادات، اختلافات اور شبہات سے پوری طرح گھرے ہوئے ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے یہ مبینہ''واقعات'' فی الحقیقت توہمات، قیاسات اور عوامی خوش عقیدگی سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے بلکہ ان سے قرآن کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔''۳۲

ارشادِ ربانی ہے:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ.

''اور انہوں نے اسے نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب دیا بلکہ وہ شبہ میں ڈالے گئے۔''۳۳

حقیقتاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کئے جانے سے لے کر صلیب دیئے جانے تک اناجیل اربعہ کی باتوں کو ضبط تحریر میں لایا جائے تو تمام واقعات میں کہیں بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دیئے جانے کا مقصد تمام مسیح برادری کو ازلی گناہ سے نجات دلانا ہے۔ چنانچہ اب قیامت تک جو کوئی ان پر ایمان لائے گا وہ ایمان لانے کے طفیل بخش دیا جائے گا بلکہ اگر غور کیا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والوں سے زیادہ تعداد آپ کے مخالفین کی تھی جو آپ کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں لگے رہتے تھے اور آخر کار ایک دن کامیاب بھی ہو گئے اور آپؑ کو عدالت میں جھوٹے الزامات کے تحت صلیب کی سزا سنادی گئی اور پھر بڑی بات یہ ہے کہ جسے یہ قربانی کا برہ کہتے ہیں اور نجات دہندہ تصور کرتے ہیں اس کی اس قدر تذلیل بھی کی کہ ایک ڈاکو اور آپؑ کے درمیان فیصلہ کروانے کیلئے جب ان کی مرضی پوچھی گئی کہ کسے صلیب دی جائے تو؟ تو اس قوم نے ڈاکو کی رہائی کو خوش دلی سے قبول کیا اور آپؑ کو صلیب دینے کی رضامندی ظاہر کی یعنی ایک سوچی سمجھی پلاننگ کے تحت آپؑ کو دشمنوں نے اپنے راستے سے ہٹا دیا۔

اناجیل اربعہ تو یہی سب کچھ واضح کرتی ہیں۔ اب آگے ان حواریوں کے قصے، اعمال اور خطوط ہیں تو وہ کہیں سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب نظر نہیں آتے اور آپ (علیہ السلام) کی تعلیمات میں صرف چند ایک جملوں کو جن کی تشریح کو بھی اپنی پسند کے معنی پہنائے گئے ہیں انہیں آپ کے نجات دہندہ ہونے کے ثبوت پیش کیا جاتا ہے اور ڈھیروں ڈھیر ایسی تعلیمات مع تمثیلات جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیان کیا انہیں پس پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

الغرض اگر آج مسیح برادری سے اس قصے کی حقیقت پوچھی جائے تو وہ ہمیں مطمئن کرنے میں ناکام نظر آتے ہیں۔

جب میں نے Rev. Emmanuel Victor سے یہ بات پوچھی کہ کیا اب مسیحیت پاک ہوگئی؟ اور اب وہ کچھ بھی گناہ کرتے رہیں ان سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی؟ تو اس پر ان کا جواب یہ تھا کہ!

''گھروں میں جلنے والی ٹیوب لائٹس کو بھی گرد لگنے پر صاف کرنا پڑتا ہے یہ تو پھر انسان ہے جو گناہ کرتا رہتا ہے اور مسیح کی قربانی تو صرف ازلی گناہ سے نجات دلانے کیلئے تھی لہٰذا جب انسان گناہ کرتا ہے تو وہ خدا سے معافی طلب کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو پاک وصاف ہوجاتا ہے۔''[۳۴]

ایک طرف تو مسیح برادری توبہ پر یقین رکھتے ہوئے نیکی کی تلقین کرتی ہے اور دوسری طرف ایسے شخص کی باتوں کو بھی قبول کرتی ہے جو اسی شریعت کو لعنت بتاتا ہے اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ لوگ خود اپنے دین کی باریکیوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ عقیدہ آخرت پر ان کے ایمان کے مزید تفصیل ان کے فرقوں میں نظر آتی ہے۔ پولسی فرقہ، ابیونی فرقہ، مشرقی تقلید پسند اور رومن کیتھولک، پروٹیسٹنٹ غرض کہ تمام فرقوں میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے جہاں معافی ناموں کے ذریعے محض قلیل قیمت پر جنت کی فروخت اور جہنم سے آزادی کی سندوں کو حاصل کرنا ایک عام سی بات بن گئی۔ دیکھا جائے تو دنیا کے کسی اور مذہب نے اپنے عقائد کے ساتھ ایسا مذاق نہیں کیا جو حال عیسائیت کے پیش رووٴں نے کیا۔

''جب معافی ناموں کی تمام تجارت شروع ہوگئی تو تمام مسیح یورپ اور کلیسا خاص طور پر گناہوں اور جرائم کی دلدل میں پھنس گیا۔ چنانچہ آکسفورڈ کا چانسلر (Thomas Gascvigen) ۱۴۵۰ء میں رقمطراز ہے:

''آج کل گناہگار (ہر جگہ) یہ کہتے ہوئے سنائی دے رہے ہیں کہ ''میں اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ میں خدا کے حضور کتنے ہی گناہ کرتا ہوں اس لئے کہ ہر وقت، بلاوقت ہر گناہ اور ہر جرم کیلئے معافی نامہ خرید سکتا ہوں کبھی چار پنس میں، کبھی جوئے کے ایک داؤ کی قیمت کے بدلے، اس لئے کہ ان معافی ناموں کو بیچنے والے ہر جگہ دکھائی دے رہے ہیں اور وہ انہیں کبھی دو، دو پنس میں کبھی ایک جام شراب کے بدلے یا جوئے میں ہاری ہوئی رقم کے معاوضے میں اور گاہے کسی رنڈی کے خرچے کے عوض میں بیچ دیتے ہیں۔''[۳۵]

''اہل کلیساء کی جاری کردہ اعتراف گناہ کی بدعت نے فحاشی پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ رسم یہ تھی کہ (کیتھولک عیسائیوں میں اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے) کہ پادری کے سامنے آکر سال، مہینہ یا ہفتہ میں ایک بار اپنے گناہوں کی تفصیل بیان کرو اور اس سے برکت حاصل کرلو۔ گناہ معاف ہوجائیں گے۔ اس رواج نے ایک طرف عوام کو گناہوں پر آمادہ دلیر کیا دوسری طرف پادریوں کی جیبیں اور کلیساء کے خزانے بھرے۔''[۳۶]

ان معافی ناموں نے حلال وحرام کی تمیز بھی بھلادی اور سلسلہ یہاں تک پہنچ گیا کہ:

''لوگوں کی بہو، بیٹیاں تو در کنا، پادریوں کی اپنی مائیں بہنیں بھی ان سے محفوظ نہ تھیں۔ ''تاریخ اخلاق یورپ'' کے فاضل مولف نے اس شرمناک اور وحشت ناک صورت حال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ''اہل کلیسا میں محرمات سے مباشرت کا چلن اتنا پختہ (ہوچکا تھا) کہ پادریوں کو اپنی ماؤں اور بہنوں کے ساتھ رہنے سے روکنے کی خاطر بار بار انتہائی سخت قوانین جاری کرنے کی ضرورت پیش آئی۔''[۳۷]

موجودہ عیسائیت کو دیکھا جائے تو اس کفارہ اور پھر معافی ناموں نے عیسائیوں کی اصلاح کے دروازے بند کردیئے ہیں۔ آخرت پر ان کا ایمان نہ ہونے کے برابر ہے۔ جہنم برحق ہے مگر جہنم سے بچنے کیلئے بھاری بھاری جیبیں

اگر خالی کی جائیں تو بچا جا سکتا ہے اور جنت کو آرام سے خریدا جا سکتا ہے۔ یہ ہے جنت وجہنم کا پایا جانے والا فی زمانہ Concept اس چیز نے ان کے اخلاق و معاشرت کو تباہ کر دیا اور آخرت کی بے خوفی نے ان کے اندر ہزار ہا برائیاں پیدا کر دیں۔ رشوت خوری، زنا کاری، قتل و خونریزی، سفارش و دھوکہ دہی، دنیا طلبی، عیش پرستی، لالچ، ہوس، بد دیانتی، اقربا پروری، ظلم وسفا کی سے ان کی مثالیں بھر پڑی ہیں۔ دین ایک مذاق بن کر رہ گیا اور اس کی حیثیت بازار میں بکتے کھلونوں جیسی ہو گئی کہ جب دل اہے اور جیسا دل چاہے اپنی خواہش کا خرید لیا جائے۔

ان تمام باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عیسائیت جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تعلیم دی تھی وہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرہ پر مبنی تھا جو عملی اصلاح کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ لیکن اسے تثلیث اور آپ کی مزعومہ قربانی کو انسانیت کیلئے کفارہ بنا دیا گیا اور شریعت کی اہمیت سرے سے ختم ہی کر دی گئی تو اب اصلاح کا دروازہ کیسے کھلے؟

جب باپ اور روحانی پیشوا ہی اپنی شریعت اور پابندیوں کا پاس نہ رکھ سکے اور اخلاقی برائیوں کا گڑھ بن گئے تو عوام راہنمائی کس سے حاصل کرے؟

اور یہ سب ان عقائد میں بگاڑ کی وجہ سے ممکن ہوا یہی وجہ ہے کہ آخرت پر ایمان انسان کو اس کی زندگی ایمان کے دائرے کے اندر رہ کر برائیوں سے بچ کر اللہ کی خاطر گزارنا سکھاتا ہے اگر ان کا ایمان بالآخرۃ ایسی صورت اختیار نہ کر چکا ہوتا تو ان کے اعمال بھی اس قدر گھناؤنے نہ ہوتے۔

حوالہ جات

۱۔ چودھری غلام رسول، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، علمی کتاب خانہ اردو بازار لاہور، طبع ثانی ۱۹۷۶ء، ص ۴۹۹

۲۔ Rev. Emmanuel victor, vice chairman, Central Brooks Memorial Church Diocese of Karachi, 13, March, 2011, 11.am to 1.00 pm.
میں اپنی والدہ کے ساتھ ان کے چرچ اپنے موضوع کے سلسلے میں کچھ معلومات حاصل کرنے گئی۔

۳۔ کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ، بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور، عبرانیوں کے نام خط باب ۹-۲۲، ص ۲۱۸

۴۔ ایضاً، رسولوں کے اعمال، باب ۲۶، ۲۰-۱۹، ص

۵۔ ایضاً، گلتیوں کے نام خط، باب ۲، ۱۶-۱۵، ص ۱۷۹

۶۔ ایضاً، باب ۲، ۲۱، ص ۱۸۰

۷۔ ایضاً، باب ۳، ۱۰، ص ۱۸۰

۸۔ ایضاً، افیسیوں کے نام خط، باب ۲، ۱۵، ص ۱۸۵

۹۔ ایضاً، رومیوں کے نام خط، باب ۵-۱۳، ص ۱۴۴

۱۰۔ ایضاً، باب ۳، ۳۸، ص ۱۴۲

۱۱۔ ایضاً، باب ۴، ۱۳، ص ۱۴۱

۱۲۔ ایضاً گلتیوں کے نام خط، باب ۳، ۱۳، ۱۸۰

۱۳۔ ایضاً، کرنتھیوں کے نام خط ۱، باب ۱۵، ۳، ص ۱۶۵

۱۴۔ ایضاً، تمیتھینس، باب ۲، ۶، ص ۲۰۲

۱۵۔ ایضاً، عبرانیوں کے نام خط، باب ۹، ۱۲، ص ۲۱۷

۱۶۔ ایضاً، تمیتھینس، باب ۱، ۱۵، ص ۲۰۲

۱۷۔ ایضاً، رومیوں کے نام خط، باب ۵، ۱۹، ص ۱۴۴

۱۸۔ ایضاً، کتاب استثناء، باب ۲۴، ۱۶، ص ۱۸۹

۱۹۔ ایضاً، یرمیاہ، باب ۳، ۱۲، ص ۷۱۴

۲۰۔ ایضاً، زبور، باب ۵۱، ۲-۱، ص ۵۵۶،۵۵۷

۲۱۔ Rev. Emmanuel victor, vice chairman, Central Brooks Memorial Church Diocese of Karachi, 13, March, 2011.

۲۲۔ Rev. Emmanuel victor, vice chairman, Central Brooks Memorial Church Diocese of Karachi, 13, March, 2011.

۲۳۔ ایضاً، متی، باب ۱، ۲۱، ص ۵

۲۴۔ ایضاً، باب ۱۸، ۱۱، ص ۳۲

۲۵۔ ایضاً، باب ۲۰، ۲۸، ص ۲۴

۲۶۔ ایضاً، باب ۲۶، ۲۸، ص ۳۱

۲۷۔ (ترجمہ) مولانا اکبر علی، بائبل سے قرآن تک، مقدمہ عیسائیت کا بانی کون ہے؟ مکتبہ دارالعلوم کراچی، (ص ۱۲۹-۱۲۸)

۲۸۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، یہودیت و نصرانیت، اسلامک پبلشرز ص ۳۸۹-۳۸۸

۲۹۔ Rev. Emmanuel victor, vice chairman, Central Brooks Memorial Church Diocese of Karachi, 13, March, 2011.

۳۰۔ القرآن، سورۃ آل عمران ۸۹

۳۱۔ ایضاً، سورۃ النصر، ۳

۳۲۔ پروفیسر ساجد میر، عیسائیت، تجزیہ و مطالعہ، دار اسلام لاہور ۲۰۰۳ء، ص ۲۲۱

۳۳۔ القرآن، سورۃ الانعام، ۱۵۷

۳۴۔ Rev. Emmanuel victor, vice chairman, Central Brooks Memorial Church Diocese of Karachi, 13, March, 2011.

۳۵۔ چودھری غلام رسول، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، علمی کتاب خانہ اردو بازار لاہور، ۵۲۴-۵۲۳

۳۶۔ پروفیسر ساجد میر، عیسائیت، تجزیہ و مطالعہ، دار سلام لاہور ۲۰۰۳ء، ص ۴۳۷

۳۷۔ ایضاً ص ۴۳۹